عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

رجب، شعبان ۱۴۲۸ھ/اگست ۲۰۰۷ء

Reg No.P476

جلد: پنجم

شمارہ: 12

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای-میل:<<< mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

حدیثِ نا گفتنی (آخری قسط)

میری علمی و مطالعاتی زندگی

(حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی صاحبؒ)

حضرت شاہ ولی اللہؒ:

حجۃ اللہ فی الارض ،افضل المحققین حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ کی کتابوں میں حجۃ اللہ البالغہ، البدور البازغہ، ازالۃ الخفاء، تفہیمات الٰہیہ ، الفوز الکبیر، الخیر الکثیر ، فیوض الحرمین ،القول الجمیل وغیرہ ذہن و قلب کی بالیدگی کا سبب بنتی رہیں ۔حضرت شاہ صاحبؒ نے قرآن وحدیث ،فقہ وکلام ،تصوف وفلسفہ کے آمیزہ سے اپنی منفرد راہ نکالی ہے جس میں یہ سب علوم رچے بسے ہیں ۔شاہ صاحب کے علوم سراپا موہبت وعطا والقاء ہیں جس میں کسب کا دخل کم اور وارداتِ الٰہیہ اور توفیقِ ربّانی کی رہنمائی زیادہ ہے ۔ملاءِ اعلیٰ کا فیضان ان کی ہر تحریر سے امڈتا دکھائی دیتا ہے ۔شاہ صاحبؒ علوم ظاہریہ و باطنیہ اور عقلیہ سب کے شہسوار و امام ہیں ۔اس لیے آپ نے علوم نبویہ کی توفیق ربّانی سے جو تشریح فرمائی ہے اور جن رموز وحقائق کو کھولا اور جس اسرار وحقائق کو فاش فرمایا ہے وہ بیک وقت دل و دماغ ،عقل و روح کو مطمئن کر دیتے ہیں ۔حضرت شاہ صاحبؒ کی کتابیں جلوتیاں مدرسہ اور خلوتیاں میکدہ دونوں کے لیے مفید اور سامانِ تسلی ہیں اور اقبال کے اس شعر کی مصداق ہیں،

؎ تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل ،غیاب ،جستجو !عشق ،حضور ،اضطراب !

علمِ اسرار دین ایک غامض وادق فن ہے جو ’’دانشِ برہانی‘‘ سے زیادہ حکمتِ ایمانی اور ’’نورِ عرفانی‘‘ کا محتاج ہے ۔امت میں اس فن کے ماہرین کی جو گنی چنی محدود ہستیاں گذری ہیں ان کے ائمہ میں حضرت شاہ صاحب کا نام بے تکلف لیا جا سکتا ہے ۔حکمتِ ولی اللّٰہی نے شریعت کے جن غوامض کو کھولا ہے اور جیسی تشریح فرمائی ہے اس کی مثال نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے ۔

’’حجۃ اللہ البالغہ‘‘ ولی اللّٰہی حکمت وعرفان کا شاہکار ،ان کی مجددیت کا امتیاز اور اسلام کے عظیم کتب خانہ کا کوہِ نور ہے ۔اپنی طرز کی پہلی اور آخری کتاب ہے ۔شریعت کے اصول وفروع کے اسرار و حقیقت پر ایسی جامع اور پر مغز کتاب کی نظیر شاید ہی مل سکے ۔

ازالۃ الخفاء کا موضوع گو خلفائے ثلاثہ کی حمایت ہے لیکن حقیقتاً خلافتِ اسلامی اور اسلامی سیاست و

طرزِ حکومت کی حقیقت اور اس کے رموز و دقائق پر اس سے گہری کتاب فقیر کے محدود علم میں نہیں۔ کتاب میں بے شمار علمی حقائق و نکات ضمناً آ گئے ہیں۔

''الفوز الکبیر'' اصول تفسیر پر ولی اللّٰہی ذوق و بصیرت کا عمدہ نمونہ ہے۔ خیال ہے کہ شاہ صاحبؒ نے اس کتاب میں الاتقان (سیوطی) اور برہان (الزرکشی) سے بھی استفادہ فرمایا ہے۔

القول الجمیل، تفہیماتِ الٰہیہ، فیوض الحرمین اور دیگر کتابوں میں بھی حکمتِ ولی اللّٰہی کے جواہر بکھرے پڑے ہیں۔ حضرت کی تصوف پر کتابیں ہمعات، سطعات وغیرہ عام اذہان کی سطح سے بلند ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ اصل میں ایک عظیم محدث، قرآن کے مترجم اور صوفی ہیں۔ اس لیے اپنی کتابوں میں انہوں نے جن خاص اصطلاحات کو استعمال کیا ہے وہ سب کتاب و سنت سے مستنبط ہیں۔ شاہ صاحبؒ کی خدمتِ حدیث کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ اجمالاً کہا جا سکتا ہے کہ تحریری خدماتِ حدیث کے علاوہ اس شجرِ طوبیٰ کا سایہ درساً اور سنداً عالم پر محیط ہے۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم:

سنِ شعور کی ابتداء تھی، فضا حکیم شاعر ڈاکٹر اقبال کے نغموں سے پر شور تھی ...... مسلمانانِ ہند ان کی شعلہ نوائیوں سے نئی زندگی پا رہے تھے، اور اسلامیانِ برکوچک کے درماندہ قافلہ کے لیے ان کا پُر درد کلام بانگِ درا اور ان کی ہر صدا آوازِ رحیل[۱] تھی۔ بچہ بچہ کی زبان پر ان کے اشعار رواں تھے۔ طبیعت نے اثر لیا، ''بانگِ درا'' کی متعدد نظمیں حافظہ میں مرتسم ہوگئیں اور اقبال شعر و سخن کی عبقری (Genius) شخصیت اور اسلامی اقدار کے داعی کی حیثیت سے دل و دماغ پر چھا گیا۔ جب ہوش و آگاہی نے پر و بال نکالے تو ''بالِ جبریل'' اپنی پسندیدہ کتاب تھی، متعدد بار پڑھی، ہر بار دل و دماغ نے اثر لیا، متعدد غزلیں ساقی نامہ، مسجدِ قرطبہ، طارق کی دعا، ذوق و شوق وغیرہ ازبر ہوگئیں۔ اسی زمانہ میں ضربِ کلیم پڑھی۔ مکتوباتِ اقبال ''اقبال نامہ'' بھی اسی وقت نظر سے گذرا جو اقبال کے سمجھنے کے لیے ممد ثابت ہوا۔ سن کی پختگی نے اقبال کے فارسی کلام کی طرف متوجہ کیا۔ اسرار و رموز، زبورِ عجم، جاوید نامہ، پیامِ مشرق، ارمغانِ حجاز، مسافر اور پس چہ باید کرد، متواتر نظر سے گزرتی رہیں۔ آج بھی اقبال اپنی تازگی اور اثر انگیزی میں جوان اور دل و دماغ کی تسکین کا سامان ہے۔ اقبال اوّل و آخر اسلامی شاعر ہے۔ وہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی، دینِ حق کا داعی اور اسلام کی عظمتِ رفتہ کا متلاشی ہے۔ اس کا قلب مضطر، اس کی فکر بلند، اس کی آرزوئیں اور تمنائیں، اس کی خلوت و انجمن

---

[۱] تقسیمِ ہند سے پیشتر مسلمانوں کے تشخص اور ملی ذہن کی ساخت میں اقبال کا بڑا حصہ ہے۔

کا گداز اور اس کے دیدۂ تَر کی بے خوابیاں دنیا میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور قرونِ اولیٰ کے نقشہ کو دیکھنا چاہتی ہیں۔

اقبال کا کلام اسلام کی محبت، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق، امت کے درد و فکر، مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کے احساس اور تجدیدِ ملت کے جذبہ کے آمیزہ سے تیار ہوا ہے، جسے اس کی مشرقی و مغربی علوم پر دسترس، حکمتِ ایمانی، دانشِ برہانی اور حب و شوق کی فراوانی نے جلا بخشی ہے۔ فقیر کے نزدیک اقبال کا شاعرانہ حاسہ اسلام کے بارے میں اتنا حسّاس اور جذباتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں ہر چبھتی چیز و کھٹک ان کا شاعرانہ تجربہ و کیفیت بن کر ان کی زبان کو گوہر بار کر دیتی ہے۔

اقبال مشرق و مغرب کے علوم سے بہرہ مند ہوئے۔ حکمتِ مغرب کے وہ آشنا اور ماہر نقاد ہیں۔

ؔ عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل

ان کی زندگی کا کارنامہ مسلمانوں اور خصوصاً نژادِ نو کو تہذیبِ حاضر کے مضر اثرات سے آگاہ کرنا اور اس کا تریاق اسلام میں بتانا ہے۔ انہوں نے مغرب کو ایک بصیر نگاہ سے جانچا اور پرکھا اور پھر پکار اٹھے؛

ؔ مے از مے خانۂ مغرب چشیدم　　بجانِ من کہ دردِ سر خریدم
نشستم با نکویانِ فرنگی　　ازاں بے سوز تر روزے ندیدم
طلسمِ علمِ حاضر را شکستم　　ربودم دانہ و دامش گسستم
خدا داند کہ مانندِ براھیم　　بہ نارِ او چہ بے پروا نشستم

ترجمہ: مغرب کے میخانے سے شراب پی یعنی اُن کے افکار کو سیکھا، میری بربادی کہ دردِ سر خریدا۔ انگریزوں کے دانشوروں کے پاس بیٹھا، اُن سے زیادہ بے سوز کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے موجودہ دور کے علم کے جادو کو توڑا اور ان کے جال اور پرندے کو گرفتار کرنے والے دانے دونوں کو بیکار کر دیا۔ اللہ جانتا ہے کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی طرح ان کی آگ سے کیسا بے پروا رہا۔

اقبال دانشِ مغرب کے محرم ہیں لیکن اس سے مسحور و متاثر نہیں۔

ؔ خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

ان کا پیام اسلام کی دعوت اور پاکانِ امت کے افکار کا چربہ ہے۔

؎ شنیدم آں چه از پاکانِ امت ترا با شوخی رندانه گفتم

ترجمہ: جو کچھ میں نے امت کے پاکبازوں سے سنا وہ پوری جرأت کے ساتھ میں نے کہہ دیا۔

اقبال کے خیالات کی وسعت وگہرائی اسلام کے ''بے حدود و بے ثغور'' عالمگیر و ہمہ گیر ادبی سرمایہ کا فیض ہے، جسے اقبال کی بلند وحکیمانہ نگاہ نے عصرِ حاضر کے لیے اپنے رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ یوں تو اقبال کے ماخذ بے شمار ہیں لیکن رومی کا اثر اور چھاپ ان کے کلام پر بہت نمایاں ہے، جس کا اظہار وہ بار بار کرتے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں

؎ چوں رومی در حرم دادم اذانِ من ازاو آموختم اسرارِ جانِ من
به دورِ فتنۂ عصرِ کهن او به دور فتنۂ عصر روانِ من

ترجمہ: جب میں نے رومی کے حرم اذان دی یعنی رومی سے واقف ہوا تو ان سے میں جان وروح کے راز معلوم کئے۔ وہ پرانے زمانے کے فتنے کا مقابلہ کررہے ہیں اور میں نئے زمانے کے فتنے کا مقابلہ کررہا ہوں۔

اقبال کے سمجھنے کے لیے اسلام اور مسلمانوں کے دینی وادبی سرمایہ کی معتد بہ واقفیت ضروری ہے۔ اس کی اپنی اصطلاحات ہیں جو اکثر اسلامی ادبی ودینی پس منظر رکھتی ہیں۔ جدید تعلیم جوملی ودینی تقاضوں کو پورا کرنے سے قطعاً قاصر ہے اقبال سے استفادہ کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ آج اقبال اپنے ملک میں نا آشنا ہے کہ ''یارانِ محرم'' سے محروم ہے۔

؎ من اندر مشرق و مغرب غریبم که از یارانِ محرم بے نصیبم
غمِ خود را بگویم با دلِ خویش چه معصومانه غربت را فریبم
چه پرسی از مقاماتِ نوایم ندیمان کم شناسد از کجایم
کشادم رختِ خود اندردریں دشت که اندر خلوتش تنها سرایم

ترجمہ: میں مشرق ومغرب میں اجنبی ہوں کیونکہ اپنے راز کے جاننے والے دوستوں سے محروم ہوں۔ اپنے غم کو اپنے ہی دل سے کہہ رہا ہوں اور اپنی معصوم اجنبیت کو فریب دے رہا ہوں۔ میری فریاد کے مقامات کا کیا پوچھتے ہو دوست کم جانتے ہیں کہ میں کہاں سے ہوں۔ میں نے اپنے سامان کو اس صحرا میں کھولا جس کی تنہائی میں تنہا ہی بول رہا ہوں۔

بلکہ یہ بات برملا کہی جاسکتی ہے کہ آج اقبال مظلوم وغریب ہے کہ ہر برخود غلط ملحدانہ نظریات کا حامل

اپنی دون فطرتی اور کم نگہی اور دین باختگی کو اقبال سے منسوب کر رہا ہے۔ خصوصاً سوشلزم کے نام نہاد دعویدارا سے اپنی صفوں میں شمار کروانے کی سعی نا مسعود میں مشغول ہیں۔ کاش پاکستان میں اقبال کے صحیح پیغام کی ترجمانی واشاعت ہو جاتی۔

اقبالیات پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں اقبال کامل (مولانا عبدالسلام ندوی) روائع اقبال (ابوالحسن ندوی)[1]، فیضانِ اقبال (شورش کاشمیری) خوب ہیں۔ اس مختصر سرگزشت میں اقبال پر پوری گفتگو ممکن نہیں، چند باتیں زبان پر آ گئیں جو عرض کر دیں۔

کتبِ فارسی:

بندہ کی فارسی ابجد خوانی کی ابتدا والد مرحوم نے ''کریما'' سے کروائی۔ پھر گلستان و بوستان کی بود وباش مشامِ روح کی عطر بیزی کا سبب بنی ...... کریما، گلستان، بوستان تو ہمارے قدیم (آہ مرحوم) دبستانِ اخلاق کی بہار تھی۔ فارسی شرفا کے گھرانوں سے کیا اٹھی ہماری قدیم قدروں اور روایات کا خاتمہ ہو گیا۔ فارسی عربی کے بعد ہمارے قدیم ثقافتی ورثہ کی امین تھی۔ تصوف میں فارسی شاعری کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر سے لے کر خاتم الشعراء جامی تک فارسی اشعار میں جو کچھ کہا گیا ہے دیگر زبانوں میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا۔ ہمارے اپنے اقبال سے استفادہ بغیر فارسی کے ناممکن ہے۔ فارسی نظم میں مرشدِ رومی کی مثنوی دل ودماغ پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوئی۔

مرشدِ رومی حکیمِ پاک زاد ؎
سِرِّ مرگ و زندگی بر ما کشاد

ترجمہ: مرشد رومی وہ پاکیزہ دانشور وحکیم ہیں جنہوں نے زندگی اور موت کے راز مجھ پر کھولے۔

مثنوی کے ضخیم دفاتر صدیوں سے معارف وحقائق کے امین ہیں۔ رومی نے اپنی پرسوز ''نَے'' سے حکمتِ ایمانیاں کا جو صور پھونکا ہے وہ رہتی دنیا تک قلب وروح کو حیاتِ نو بخشتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ رومی ومثنوی پر فارسی و...... اردو میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ بحر العلوم کی دقیق وبسیط اور مفید

---

[1] اس کا ترجمہ نقوشِ اقبال کے نام سے اردو میں شائع ہو گیا ہے۔

شرح سے لے کر ''الہام منظوم'' تک رومیات پر اچھا خاصا کام ہو چکا ہے۔تاہم عصرِ حاضر کو رومی سے آشنا کرانے کی ضرورت [1] ہے۔

عصر حاضر کے سب سے بڑے حکیم شاعر اقبال نے خوب کہا ہے۔

؎ پیر رومی را رفیق راہ ساز

تا خدا بخشد ترا سوز و گداز

زانکہ رومی مغز را داند ز پوست

پائے او محکم فتد در کوئے دوست

ترجمہ: پیرِ رومی کو راہ کا ساتھی بنا تا کہ خدا تمہیں سوز و گداز بخشے۔رومی مغز کو چھلکے سے علیٰحدہ کرتے ہیں اور ان کے پاؤں دوست کی گلی میں بڑے پکے پڑتے ہیں۔

رومیات پر مثنوی معنوی کا نپور ایڈیشن جسے اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ نے بڑے اہتمام سے شائع کروایا تھا خاصہ کی چیز ہے۔حسین طباعت کے ساتھ حواشی کی معنویت و خوبی ''بقامت کہتر و بقیمت بہتر'' کی مصداق ہے۔شیخ الکل حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی ''کلید مثنوی'' فن کے لحاظ سے اردو میں شاہکار رہے۔مفتاح العلوم بھی خوب ہے۔تلمذ حسین کی مراۃ المثنوی مضامین مثنوی کا لاجواب آئینہ اور مصنف کی کاوش کا کامیاب نشان ہے۔تلمذ حسین صاحب کی کتاب ''صاحب المثنوی'' ''رومیات'' میں اچھا اضافہ اور محققانہ کتاب ہے۔شبلی کی ''سوانح مولانا روم'' کی افادیت ہنوز مسلمہ ہے۔رومی کے علاوہ حافظ و سعدی، خسرو اور عراقی وغیرہ کی غزلیات، سنائی و عطار کا کلام، حسن دہلوی و جامی وغیرہ کی نعتیں، ابوسعید ابوالخیر و خیام کی رباعیات اس کور ذوق کی تشنگی شوق کو مہمیز کرتی رہیں۔شاہنامۂ فردوسی، سکندر نامہ نظامی، گلشن راز شبستری، قصائد خاقانی و قاآنی غرض قند پارسی کام و دہن کی شیرینی کا سامان رہی۔

---

[1] فقیر کی ایک تقریر ''رومی کا پیام عصرِ حاضر کے نام'' سے شائع ہو چکی ہے۔جدید بے مقصد تعلیم میں عربی و فارسی کے غیاب کے بعد کاش! ہم نجی طور پر اپنے اس مِلّی سرمائے سے مستفید ہونے کی کوشش کرتے۔

ؔ گہے شعر عراقی را بخوانم گہے جامی زند آتش بجانم

ترجمہ: کبھی عراقی کے اشعار پڑھتا ہوں اور کبھی جامی میری جان کو آگ لگاتا ہے۔

آج نیا زمانہ ہے، نئے افکار ہیں، نئی اقدار ہیں۔ ہماری بزمِ دوشین کے چراغوں کے پروانے آج کہاں میسر آتے ہیں۔ نہ وہ دل رہے نہ وہ دماغ، نہ وہ طبیعتیں رہیں نہ وہ مزاج۔ آج کسے کہا جائے دل کی بہار قلب کا سوز و گداز انہیں کی نواؤں سے تھا۔ نژادِ نو کو کون بتائے کہ عربی و فارسی کو کھو کر اور مغرب کو اپنا کر ہم نے کیا پایا اور کیا کھویا۔

ؔ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اس ژولیدہ بیان کی ہرزہ سرائی بہت طویل ہوگئی۔ بہت کچھ کہا اور بہت کچھ کہنے سے رہ گیا۔ ''ناگفتنی'' گفتنی بن کر بھی ناگفتنی رہی۔ تاہم اختتام سے بیشتر شیخین ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہا اللہ تعالیٰ اور ابن جوزی کی کتابوں سے استفادہ کا تذکرہ نہ کرنا ناسپاسی ہوگی۔ اپنی بے حاصل زندگی میں جو کچھ پڑھا لکھا یا سنا اس کا استقصاء مقصود نہیں۔ مدعا یہ تھا کہ شاید تحریر کسی خوش بخت کے لیے مفیدِ علم و محرک عمل بن جائے اور فقیر کے لیے دلالت علی الخیر کی بشارت اور نجات کا سبب بن سکے، ورنہ یہ تباہ تو عمر بھر کی ورق گردانی کے باوجود علمی اعتبار سے

ع چو پایہ برو کتابے چند۔

اور حقیقت رسی کے رخ سے

ؔ ہمه عمر باتو قدح زدیم و نرفت رنج خمار ما
چه قیامت است نه می رسی ز کنار ما بکنار ما

ترجمہ: ساری عمر تمھارے ساتھ شراب کے پیالے پیے لیکن میرا نشے کا غم ختم نہیں ہوا۔ کیا قیامت ہے کہ میرے ایک کنارے سے دوسرے کنارے کو نہ پہنچ سکے۔

کا مصداق ہے۔

(ختم شد)

جنوبی افریقہ میں ایک ریڈیو انٹرویو

(ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ)

Host:

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء و المرسلین و علی اٰلہٖ و اصحابہٖ اجمعین!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

Today alhamdo lillah with the fazl o karam of Allah rabul izzat we have a special guest all the way from Pakistan, Peshawar. His name is Professor Dr. Fida Mohammad sahib. He is the head of the faculty of Anatomy at Khyber Medical College. It is always a pleasure to have guests from other countries. Today we will talk to professor sahib about some topics pertaining to our deen (religion) and the Muslim ummah at large.We welcome you here professor sahib,Asalamoalikum Professor Sahib.

Dr. Sahib: Wa Alaikum Assalam!

Host: The discussion of concern for anybody, no matter how professional they are, or how much academic intellect they possess, it is a great concern when they think about the state of the umah. We see, globally, that the umah is going through quite a lot of difficulty. It has been facing a number of hardships. There have been wars and many other issues regarding it. So professor sahib in your well informed and educated assessment of these issues, what do you believe is happening. Where is the umah going right now?

Dr. Sahib: نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

we will analyze these problems from two angles. The first point is that it is said "Al kufro milatun wahida" i.e. the whole of kufr is one party and community. This is why whole of the kufr (paganism) is always against us. They try their level best to plan and execute against us. These troubles started when shaitaan (Iblees, Satan) worked against Adam A.S. and Islam and it will continue till the end of times. Any troubles that we face from the kufr or shyateen are rewarded by Allah s.w.t. The reason is that we face all these troubles because we are standing on what Allah s.w.t wants and orders us.

The other aspect of troubles that we are facing, I shall recite a verse from the holy Quran

ظهر الفساد فی البر و البحربما کسبت ایدالناس

In this verse Allah s.w.t. says that the trouble and fasaad that appear on the face of earth is all what the human beings have earned with their own hands i.e. their deeds. So that they taste what they earn and due to this they might leave all the bad habits and turn to Allah s.w.t. They correct themselves when Allah's mercy befalls them and then they are forgiven.

Host: So obviously professor sahib all that you have said is to a great extent in the analysis of this particular problem. One part is that we have to face troubles from the dark side due to being on the right track and then partly where we insann (human being) the umah and people of the earth are responsible for some of these actions that are taking place, which impacts on our lives as you quoted from the verse. So we have to take responsibility for some of the problems

that we face in this world.

Dr. Sahib: Further on the question arises that what are these bad habits and from where do they originate? These bad habits are manifestations of the negative traits of our personalities. These are kibar (arrogance), hasad (jealosy), lalach (greediness), keena (a desire to hurt or setting up scores with someone, hidden in our hearts), riya (show off) and to live a devoted life for material gains. And considering this thing .... Being too absorbed in material gains, all religious principals, good etiquettes start to diminish. With time these are replaced with greed, arrogance, show off and jealousy. Thus these traits become part of our personality.Such a personality is poison for the society, harm for the community, family and himself.

Host: So what are the causes of these habits because no one is born with these traits but as one grows up and starts developing in an environment these characteristics become part of oneself. What are some of the significant causes of how they come about in human beings?

Dr. Sahib: Supremacy of weapons has enabled the western kafirs (pagans) to try to control every field of life. So far as education and training in different fields of life all over the world is concerned, they try to keep it in such a state, which is beneficial to them. In our case, our way of life, education and training system should have been according to the teachings of the Quran and Sunnah of prophet Muhammad PBUH. Which is instead according to the values required for material gains. Islamic training is according to very high values of life. Some of the salient values are sacrifice, love, and service to

human beings. When prophet Muhammad PBUH was reviving these traits amongst his people, everywhere around him bad habits were prevailing in the community and all of the kufaar were agreeing that these good habit and etiquettes are good but bringing these into practice is not an easy goal. He tried and tried harder and harder until he achieved these goals. Once these characteristics are brought into the community, it gets stronger and stronger. Then the community becomes an iron wall. Any one who tries to shakes it they get destroyed instead. These are the people who got equipped with good qualities according to the Quran and Sunnah and thus helped by Allah s.w.t by becoming dear to Him. They are helped through heavens and by angels. Secondly when good qualities prevail in a community, people become hardworking whether its business, industry, agriculture, defense or struggle in any other field of life. No power in the world can over come them. In my country, I see that every day our government is forced to change something from the syllabus of schools and colleges. Things that are beneficial to the humanity at large are replaced with those things, which are beneficial for those powers.

Host: So how important is the education system? How was education system at your time? If u go back to your early days of learning as you went through the paces yourself, was there a certain point where this all came apart? We know that you are not an educational expert but when you analyze it, was there a place when it became apart because this particular indoctrination through

education you are talking about seems to be a global problem. The industrial revolution and systems of education that came out so far, the British were very heavily involved earlier and recently United States and so forth. Where did u see all this coming apart and how can one rectify it?

Dr. Sahib: About this I would say that problem of the 3rd world countries' is funds and aid. These are supplied by the prosperous countries as loans with interest. You see World Bank and IMF are giving aid to 3rd world countries like our country. They then put sanctions on these countries and these sanctions are only removed when the 3rd world countries are following their instructions. And there instructions are those, which are not beneficial for the 3rd world countries but are beneficial for these big powers.

Host: Moving from there now to the challenges that the umah is facing. When someone is saying all right we are caught up in all this mess now how should one fight back? What is available in today's time? Living in western countries as a minority grouping you are so overwhelmed with what's happening around you that realizing all what we came up with is not that easy. How do you work it out with the youth and the mothers and the fathers of the umah? What are the necessities that should be put in place to pull back the umah to path?

Dr. Sahib: Actually a properly trained person, a properly self-disciplined person, who can control himself through all the lusts of life, nafs (lower self) ki saree kashishian aur chahatain (attractions

and desires respectively). If a person is able to control himself against his nafs, against his bad will, then he is not going to get influenced by people and what is around him. The thing that is difficult for us is to get ourselves self disciplined, controlled and trained.

Host: Yes but where can we do this? How to do this, that's what I am asking is there some kind of program that one follows or you just go pray the Salat or recite the Quran. Are these the formulas to set one right in today's world?

Dr. Sahib: This religion is the last religion from Allah s.w.t and prophet Muhammad P.B.U.H. is the last prophet of Allah s.w.t and Quran is the last book of Allah s.w.t. So Allah s.w.t. has made some arrangements in this ummah to achieve what you are asking for. There are different institutions, which are working among the ummah.

Actually the problem is that we are not willing to go to them. The aspiration in our hearts is very weak, thus we do not approach them. One of the institutions is Mysticism (Sufism), the silsila-e-tassawuf /silsila-e-bait, which I am part of, through which the ummah is getting trained but the question arises how many people are aware of it and how many people are having bait (admission) and how many have entered these salasil (sub institutions, named after spiritual elders) and how many are getting trained? Hardly one 1% or maybe 0.1% roughly. Then we have Madaras (school, college and university in Islamic system, excluding highly technical skills). Maybe out of five, two are working and three are wasted in this western education system. If these children were put in madrassa (singular of Madaras),

they could have been the pillars for a good and rectified society in addition to having solid personalities, which can hardly be gained from the current education system. Similarly we have the institution of Tablighi Jumat (Missionaries). They require people to come and stay with them for four months, forty days e.t.c. and training is provided during the stay. Again how many people are getting this facility? So alhamdulillah this is the last ummah and through good literature, through madaras, silasil of bait and work of tabligh Allah has made arrangements for this ummah. But one should feel pity for this ummah that they are not taking benefits from these institutions.

Host: Dr sahib, moving away from this topic, you are working in the medical college at Peshawar. How important is it for the ummah to acquire expertise in terms of medical education and many others like agriculture and engineering? What are the needs of the ummah and where would they be going?

Dr. Sahib: Allah has created us for ibadat (worship). It is of two types or modes. Direct worship that is Nimaz (Salat), roza (Fasting), zakat, Hajj (Pilgrimage to holy Mecca), zikr (invocation), tilawat (recitation of Quran). Then we have the indirect worship that is to attain all means of our life that are needed by us i.e. to earn livelihood through agriculture, industry, and medicine for ourselves. We have to compete and work hard in all the fields of life. This is the indirect worship.

In Christianity direct worship is the only worship and indirect worship is the worldliness and not worship. They are two separate

entities. So far Islam is concerned we have both the modes as worship. We do the indirect worship not to earn livelihood from it, but to obey the commandments of Allah s.w.t., to serve the humanity, to serve our families. This is ibadat. This ayat from sura e tauba:

اعدو لهم ما ستطعتم

that means get yourselves prepared against your enemy as much as possible starting from your health and fitness to defense, economy and to each and every need. Allah is ordering us to get each and every requirement of our lives and the muslim community as much as possible so that we do not depend on others. But this is to obey Allah and not for material gains only. You should so be strong and stable that evil cannot overpower you.

Host: So finally coming to the end of this interview. You have been visiting us in the past as well and this time as well. What will your message be for the ummah?

Dr. Sahib: This is my fourth visit and one thing that I observed was that mosques have increased. More people are coming to mosques to observe their Salat. Madrassas have also increased. There is an apparently positive change in the Muslim life. My advice for the Muslims of South Africa is that be so qualified that you get indispensable for this country. Secondly be so hardworking and honest that these people cannot run this country without you. They will love you if you will work hard and live an honest life.

Host: Thank you Dr. Sahib. Dear listeners we were talking to Dr. Fida Mohammad Sahib who is working as the head of anatomy department

at Khyber medical college in Peshawar. He will be leaving in two day and we wish him a speedy and safe journey inshAllah.

ترجمہ:

میزبان: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آج الحمدللہ، اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ہمارے پاس دور دراز کے علاقے پاکستان، پشاور سے ایک خصوصی مہمان آئے ہوئے ہیں۔ اُن کا نام پروفیسر ڈاکٹر فدا محمد صاحب ہے۔ وہ خیبر میڈیکل کالج کے شعبۂ اناٹومی کے سربراہ ہیں۔ دوسرے ممالک کے مہمان ہمیشہ خوشی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ آج ہم پروفیسر صاحب کے ساتھ اپنے دین اور اُمتِ مسلمہ سے متعلق موضوعات پر گفتگو کریں گے۔

پروفیسر صاحب ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ پروفیسر صاحب السلام علیکم!

ڈاکٹر صاحب: وعلیکم السلام!

میزبان: ہر ایک آدمی کے لئے، قطع نظر اس کے کہ وہ کتنا ہنر مند ہے یا کتنی زیادہ اُس کی ذہنی استعداد ہے، یہ بات کافی قابلِ توجہ ہے کہ وہ اُمت کی حالت پر غور کرے۔ ہم کرہ ارض پر یہ دیکھتے ہیں کہ اُمت اچھی خاصی مشکلات سے گزر رہی ہے۔ اس کو کئی مشکلات درپیش ہیں۔ جنگیں اور کئی دوسرے مسائل اس سے متعلق ہیں۔ پس پروفیسر صاحب آپ اپنی عمدہ معلومات اور ان مسائل کے بارے میں گہرے علمی تجزیہ کی روشنی میں کیا سمجھتے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ امت کہاں جا رہی ہے؟

ڈاکٹر صاحب: **نحمدہٗ و نصلی علی رسولہٖ الکریم!**

ہم ان مسائل کا دو زاویوں سے تجزیہ کریں گے۔ پہلا نکتہ یہ ہے کہ یہ فرمایا گیا ہے کہ سارا کفر ایک ملت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سارا کفر ہمیشہ ہمارا مخالف رہا ہے۔ وہ ہمارے خلاف منصوبہ بندی اور فساد کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ مصائب اُس وقت سے شروع ہوئیں جب شیطان نے آدم علیہ السلام اور اسلام کے خلاف کا شروع کیا اور یہ چیز آخری وقت تک جاری رہے گی۔ کفر اور شیطان کی طرف سے ہمیں جو بھی تکلیف پہنچتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ اجر اور معاوضہ دیتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہمیں یہ مصیبتیں اس وجہ سے پیش آ رہی ہے کہ ہم اس چیز پر قائم ہیں جس کا اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے چاہتا ہے۔

ہماری مشکلات کا دوسرا پہلو جو ہے اُس کے بارے میں میں قرآن مجید کی ایک آیت مبارک پڑھوں گا

ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدالناس

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مصائب جو روئے زمین پر ظاہر ہوتی ہیں یہ وہی ہیں جو انسانوں نے اپنے ہاتھ سے کمائی ہیں یعنی اپنے اعمال سے۔تاکہ اُن کو اُن کے کئے کا مزہ چکھائیں۔اس طرح سے ہوسکتا ہے وہ برے اعمال کو چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیں، مُڑ جائیں، اپنے کو درست کر لیں اور اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم اُن پر نازل ہو۔

میزبان: پروفیسر صاحب آپ نے اس خاص مسئلہ کے تجزیہ میں جو واضح طور پر کہا، یہ ہے کہ اس مسئلے کا ایک حصہ یہ ہے کہ صحیح راستے پر ہونے کی وجہ سے ہمیں باطل کی طرف سے مشکلات درپیش ہوتی ہیں اور کچھ اس وجہ سے کہ ہم انسان ہیں اور ہم امت (مسلمان) اور زمین کے انسان، جو مسائل ہمیں اس دنیا میں درپیش ہیں اس کے خود ذمہ وار ہیں جیسا کہ آپ نے آیت کا حوالہ دے کر فرمایا۔

ڈاکٹر صاحب: مزید یہ سوال اُٹھتا ہے کہ یہ بری عادتیں کیا ہیں اور وہ کہاں سے پیدا ہوتی ہیں؟ یہ بری عادتیں ہماری شخصیت کے منفی پہلو کا اظہار ہیں۔یہ کبر، حسد، لالچ، کینہ اور ریا کاری اور مادی اشیاء کے حصول کے لئے وقف ہو کر زندگی گزارنا ہیں۔

اس چیز کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہ جب مادی اشیاء کے حصول کے لئے انسان انہماک اور مصروفیت کر لیتا ہے تو مذہبی اصول اور اخلاقِ عالیہ کم ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔وقت کے گزرنے کے ساتھ ان کی جگہ لالچ، کبر، حسد اور ریا کاری لے لیتے ہیں۔یہ خصلتیں ہماری شخصیت کا حصہ بن جاتی ہیں۔ایسی شخصیت معاشرے کے لئے زہر ہے۔معاشرے، خاندان اور اپنے لئے ذریعۂ نقصان ہے۔

میزبان: ان عادات کی وجوہات کیا ہیں کیونکہ کوئی بھی ان خصوصیات کے ساتھ پیدا نہیں ہوا بلکہ جب ایک آدمی بڑا ہوتا ہے اور ایک ماحول میں پرورش پاتا ہے تو یہ خصلتیں اُس کا حصہ بنتی ہیں۔وہ نمایاں وجوہات کیا ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ انسان میں آجاتی ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: اسلحہ کی برتری نے مغربی کفار کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے کو کنٹرول کریں۔ساری دنیا میں جہاں تک تعلیم اور زندگی کے مختلف شعبوں میں تربیت کا تعلق ہے وہ اس کو ایسی حالت میں

رکھتے ہیں جو اُن کے لئے مفید ہوں۔ ہمارے لئے، طرزِ زندگی، تعلیم اور نظامِ تربیت قرآنی تعلیمات اور حضور ﷺ کی سنت کے مطابق ہونا چاہیئے جو صرف مادی اشیاء کے حصول کی قدروں سے مختلف ہے۔ اسلامی تربیت تو زندگی کی بہت اعلیٰ اقدار سے متعلق ہے۔ کچھ نمائندہ اقدار قربانی، محبت اور انسانیت کی خدمت ہیں۔ جب پیغمبر ﷺ ان خصوصیات کو اپنے لوگوں کے اندر پیدا کر رہے تھے تو ان کے گرد ہر طرف بری خصلتیں معاشرے میں پھیلی ہوئی تھیں۔ کفار اتفاق کرتے تھے کہ یہ اچھی عادات اور اخلاق اچھے ہیں مگر ان کو وجود میں لانا آسان ہدف نہیں۔ آپؐ نے بار بار کوشش کی، سخت سے سخت تر کوشش کی یہاں تک کہ آپؐ نے یہ ہدف اور گول (مقصد) حاصل کرلیا۔ جب یہ خصلتیں معاشرے میں پیدا کرلی جائیں تو یہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے۔ پھر معاشرہ ایک آہنی دیوار بن جاتا ہے۔ جو کوئی بھی اسے ہلانا چاہے وہ خود تباہ ہوجاتا ہے۔ جو لوگ قرآن وسنت کے مطابق اچھی خصوصیات حاصل کرلیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے پسندیدہ ہوجاتے ہیں اور اُن کو اللہ کی مدد حاصل ہوجاتی ہے۔ اُن کی آسمانی نظام اور فرشتوں کے ذریعے مدد کی جاتی ہے۔

دوسرے یہ کہ جب یہ خصوصیات حاصل ہوجائیں تو یہ لوگ خواہ کاروبار ہو خواہ صنعت وحرفت، زراعت ہو یا دفاع یا زندگی کے کسی دوسرے شعبے کی کوشش ہو اس قدر محنتی ہوجاتے ہیں کہ ان پر کوئی طاقت غالب نہیں آسکتی۔ اپنے ملک میں میں دیکھتا ہوں کہ ہماری حکومت کو مغربی دنیا سکولوں اور کالجوں کا نصاب تبدیل کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ وہ چیزیں جو اسلام، ہمارے ملک بلکہ عالم انسانیت کے لئے مفید ہوتی ہیں ہٹادی جاتی ہیں لیکن جو ان طاقتوں کے مفادات میں ہوں رکھ لی جاتی ہیں۔

میزبان: نظامِ تعلیم کتنا زیادہ اہم ہے؟ آپ کے وقت میں نظام تعلیم کیسا تھا؟ اگر آپ اپنے شروع کے پڑھائی کے دنوں کی طرف واپس ہوں، جب آپ خود یہ قدم طے کر رہے تھے کیا کوئی ایسا نکتہ تھا جہاں یہ جدائی شروع ہوئی۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ ماہر تعلیم نہیں ہیں لیکن جب آپ تجزیہ کریں تو کیا کوئی ایسی جگہ تھی جہاں یہ جدائی ہوئی؟ کیونکہ تعلیم میں مخصوص مداخلت جس کا آپ تذکرہ کر رہے ہیں عالمی ہے۔ صنعتی انقلاب اور نظام تعلیم جواب تک سامنے آیا ہے، اس میں شروع میں برطانوی بہت مداخلت کر رہے تھے اور اب امریکہ، اس طرح آگے سوچیں۔ آپ کہاں اس جدا ہوتا ہوا دیکھتے ہیں اور اس کو کیسے درست کیا جاسکتا ہے؟

ڈاکٹر صاحب: اس کے بارے میں میں کہوں گا کہ تیسری دنیا کے ممالک کا مسئلہ پیسہ ہے، مالدار ممالک

یہ بصورت سودی قرضہ مہیا کرتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف ہمارے ملک کی طرح تیسری دنیا کے ممالک کو سودی قرضے کی شکل میں مدد دیتے ہیں۔ پھر وہ ان ممالک پر پابندیاں لگاتے ہیں اور پابندیاں تب ہٹائی جاتی ہیں جب یہ ممالک ان کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ یہ وہ ہدایات ہوتی ہیں جو تیسری دنیا کے ممالک کے لئے مفید نہیں ہوتیں بلکہ ان بڑی طاقتوں کے لئے مفید ہوتی ہیں۔

میزبان: یہاں سے اُن چیلنجز کی طرف مڑتے ہیں جو امت کو درپیش ہیں۔ جب کوئی کہتا ہے کہ ہم اس جنجال میں پھنسے ہیں اب کوئی کیسے واپسی کے لئے لڑے۔ آج کل کے وقت میں کیا مہیا ہے۔ مغربی دنیا میں بطور اقلیت رہتے ہوئے آپ اتنے گھر جاتے ہیں کہ جو کچھ گردوپیش میں ہو رہا ہے اس کے بارے میں احساس پیدا ہونا آسان نہیں۔ آپ امت کے نوجوانوں، ماؤں اور باپوں سے کیسے نپٹیں گے۔ وہ کیا ضرورتیں ہیں جنہیں امت کو پیچھے کھینچنے کے لئے اور راہِ راست پر لانے کے لئے استعمال کیا جائے۔

ڈاکٹر صاحب: درحقیقت صحیح تربیت یافتہ آدمی، ایک صحیح ضبطِ نفس والا آدمی جو اپنے آپ کو زندگی کی ساری خواہشوں سے، نفس کی ساری کششوں اور چاہتوں سے قابو میں رکھ سکتا ہے۔ اگر ایک آدمی اپنے نفس اور اُس کی غلط خواہش کے خلاف اپنے آپ کو قابو کر سکتا ہے تو یہ آدمی گردوپیش کے حالات اور لوگوں سے متاثر نہیں ہوتا۔ وہ چیز جو ہمارے لئے مشکل ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح کروائیں، ضبطِ نفس حاصل کریں اور اپنی تربیت کروائیں۔

میزبان: جی جناب لیکن یہ ہم کہاں کر سکتے ہیں، کیسے کر سکتے ہیں؟ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ کیا کوئی پروگرام ہے جس کی بندہ پابندی کرے یا یہ کہ صرف جائے اور نماز پڑھے اور قرآن پڑھے۔ کیا یہ وہ گُر ہیں جن سے آدمی آج کی دنیا میں درست رہ سکے؟

ڈاکٹر صاحب: یہ دین اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے، جس چیز کے بارے میں آپ پوچھ رہے ہیں، اسے حاصل کرنے کا بندوبست کیا ہے۔ مختلف ادارے ہیں جو اُمت میں کام کر رہے ہیں لیکن درحقیقت مسئلہ یہ ہے کہ ہم اُن کے پاس جانا نہیں چاہتے۔

ایک تصوف کا ادارہ ہے۔ تصوف کے سلاسل اور بیعت کے سلاسل جن میں سے

میں بھی ایک سلسلہ کا حصہ ہوں جس کے ذریعے اُمت کی تربیت ہو رہی ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ کتنے لوگ اس سے واقف ہیں، کتنے لوگ بیعت ہوتے ہیں اور کتنے لوگ ان سلسلوں میں شامل ہوئے ہیں اور کتنے تربیت لے رہے ہیں۔بمشکل ایک فیصد بلکہ 0.1 فیصد یعنی ہزار میں ایک۔

پھر ہمارے مدارس ہیں۔ کتنے لوگ اپنے بچوں کو مدرسوں میں داخل کرتے ہیں؟ کیا سارے بچے سکولوں اور کالجوں سے نکل کر نوکری پر ہیں اور اپنے خاندانوں کے لئے کمائی کر رہے ہیں؟ بمشکل پانچ میں سے دو روزگار پر ہیں باقی تین اس مغربی نظام تعلیم کے ذریعے ضائع ہو رہے ہیں۔ اگر یہ بچے مدارس میں داخل کئے جاتے تو یہ ایک مضبوط شخصیت بننے کے علاوہ ایک اچھے اور صاف معاشرے کے ستون بنتے جو کہ موجودہ نظام تعلیم سے بمشکل حاصل ہو سکتا ہے۔

اس طرح تبلیغی جماعت کا ادارہ ہے۔ وہ لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں تا کہ ان کے ساتھ چار ماہ، چالیس دن رہیں اور اس وقفے میں ان کی تربیت کی جاتی ہے۔دوبارہ عرض ہے کہ کتنے لوگ اس سہولت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

الحمد للہ! یہ آخری اُمت ہے، اس لئے صالح لٹریچر (بصورت رسائل، اخبارات اور کتابیں)، تصوف اور بیعت کے سلاسل، مدارس اور تبلیغی جماعت کے کام کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے بندوبست کیا ہوا ہے۔لیکن اس اُمت پر ترس کھانا چاہئے کہ ان اداروں سے فائدہ نہیں لے رہے۔

میزبان: ڈاکٹر صاحب! موضوع سے ہٹتے ہوئے آپ پشاور میں ایک میڈیکل کالج میں کام کر رہے ہیں۔ اُمت کے لئے یہ کتنا اہم ہے کہ وہ میڈیکل ایجوکیشن اور کئی دوسرے شعبوں جیسے زراعت، انجینئرنگ وغیرہ میں مہارت حاصل کریں؟ اُمت کی کیا ضروریات ہیں اور وہ کہاں جائیں گے؟

ڈاکٹر صاحب: اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔عبادت دو طرح کی ہے۔ براہِ راست یا بلا واسطہ (Direct) عبادت، وہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ذکر، تلاوتِ قرآن ہے۔اس طرح ایک ہماری بالواسطہ (Indirect) عبادت ہے۔ یہ زندگی کی اُن ساری چیزوں کو حاصل کرنا

ہے جن کی ہمیں ضرورت ہے جیسے اپنے لئے روزی حاصل کرنا بذریعہ زراعت، صنعت وطب۔ ہمیں زندگی کے سارے شعبوں میں خوب محنت اور مقابلہ کرنا چاہئے۔ یہ بالواسطہ عبادت (Indirect Worship) ہے۔

عیسائیت میں صرف براہِ راست عبادت ہی عبادت ہے۔ بالواسطہ عبادت اُن کے ہاں دنیاداری ہے، عبادت نہیں۔ اُن کے ہاں یہ دو جدا جدا چیزیں ہیں۔ لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو ہمارے ہاں دونوں طرح کی عبادتیں ہیں۔ ہم بالواسطہ عبادت (Indirect worship) صرف روزی کمانے کے لئے نہیں کرتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے، انسانیت کی خدمت کرنے اور اپنے خاندان کی خدمت کرنے کے لئے ہے۔ اس لئے عبادت ہے۔ سورۃ توبہ کی آیت **اعدو لھم ما ستطعتم** کا مطلب ہے کہ اپنے آپ کو دشمن کے مقابلے میں جتنا ممکن ہو سکے تیار رکھو۔ صحت اور فٹنس سے لے کر دفاع، معیشت اور ہر ضرورت تک۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اپنی اور اپنی مسلمان برادری کی زندگی کی ہر ضرورت کو جتنا ممکن ہو سکے حاصل کریں تاکہ ہمیں دوسروں پر انحصار نہ کرنا پڑے۔ لیکن یہ سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے ہو اور صرف مادی اشیاء کے حصول کے لئے نہ ہو۔ آپ اتنے مضبوط اور محکم ہوں کہ باطل آپ پر غالب نہ آسکے۔

میزبان: آخر میں اس ملاقات کے اختتام پر آتے ہوئے، آپ اس سے پہلے بھی ہمیں ملنے آئے اور اس دفعہ بھی ملے، آپ کا اُمت کے لئے کیا پیغام ہوگا؟

ڈاکٹر صاحب: یہ میرا چوتھا سفر ہے۔ میں نے دیکھا کی مسجدیں زیادہ ہوگئی ہیں، نماز پڑھنے کے لئے زیادہ لوگ مسجدوں کو آرہے ہیں، مدرسے بھی زیادہ ہوگئے ہیں، مسلمانوں کی زندگی میں مثبت تبدیلی ہے۔

جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کو میری نصیحت ہے کہ اتنے ہنرمند بنو کہ اس ملک کے لئے ناگزیر بن جاؤ اور اتنے محنتی اور دیانت دار بنو کہ یہ لوگ تمھارے بغیر اپنا ملک نہ چلا سکیں۔ اگر تم محنت کروگے اور دیانتدار زندگی گزاروگے تو یہ تم سے محبت کریں گے۔

میزبان: ڈاکٹر صاحب آپ کا شکریہ۔ عزیز سامعین ہم ڈاکٹر فدا صاحب سے بات کررہے تھے جو پاکستان پشاور میں خیبر میڈیکل کالج میں شعبۂ اناٹومی کے سبراہ کے طور پر کام کررہے ہیں۔ یہ دو دن میں واپس چلے جائیں گے۔ ہم ان کے محفوظ اور تیز سفر کے لئے دعاگو ہیں انشاء اللہ۔

مریضوں کے مسائل

(ڈاکٹر محمد سفیر، میڈیکل سپیشلسٹ، نصیر ٹیچنگ ہسپتال، پشاور)

پہلا واقعہ:

ایک دن افغانستان سے ایک مریضہ اپنے خاوند کیساتھ کلینک آئی۔مریضہ کی عمر تقریباً ۲۲ سال تھی۔ان کی زبان فارسی تھی خاوند پشتو زبان کچھ جانتا تھا مگر مریضہ پشتو زبان نہ سمجھتی تھی اور نہ بول سکتی تھی۔مریضہ کو دیکھنے کے ساتھ اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کو کوئی ایسی بیماری ہے جس سے اسکا وزن بہت کم ہوا ہے مریضہ کے خاوند نے بتایا کہ ہماری شادی کو تقریباً ۴ ماہ ہوئے ہیں اور گزشتہ دو ماہ میں اس کا وزن اَسی کلوگرام (80kg) سے چالیس کلوگرام (40kg) ہو گیا ہے۔ہاتھ کانپتے ہیں دل کی دھڑکن بہت زیادہ اور تیز رہتی ہے سانس پھولتا ہے۔مریضہ کا طبی معائنہ کرنے کے بعد اندازہ ہوا کہ اس کو Thyrotoxicosis ہے یہ مرض انسان کے بدن میں ایک غدود، جس کو نام تھائی رائیڈ (Thyroid) ہے، کی وجہ سے ہوتی ہے اس مرض میں تھائی رائیڈ گلینڈ، تھائی رائیڈ ہارمون (Thyroid Harmone) بہت زیادہ مقدار میں خون میں خارج کرتا ہے اس بیماری کی وجہ (cause) معائنے پر واضح نہ ہوئی تو میں نے مریضہ کے خاوند سے پوچھا کہ اس کو کوئی اور بیماری تو نہیں ہے جس کیلئے یہ کوئی دوائی استعمال کر رہی ہو۔اس بات پر اس کے خاوند نے کہا ہاں اس کو دل کی بیماری ہے اور یہ اس کا ریکارڈ ہے۔میں نے اس کے ریکارڈ کو بغور پڑھا تو اس میں اس کی دل کی ایک بیماری تھی جسے ASD کہتے ہیں یہ دل کے دو پردوں کے درمیان ایک سوراخ ہوتا ہے اور اسکے علاج کیلئے ڈاکٹر نے ایک دوائی لکھی تھی جس کا نام ڈجوکسن (Digoxin) ہے۔مریض کو کیمسٹ (دوائیوں کا دکاندار) نے بجائے اس دل کی دوائی کے (Tyroxine) تھائی روکسن دے دی۔ڈاکٹر کو دوائی دکھائے بغیر مریضہ نے دوائی کھانا شروع کر دی اور مسلسل دو ماہ استعمال کی جس کے اثرات (Thyrotoxicosis) مرض کی صورت میں ظاہر ہوئے، تو اس مریضہ کی حالت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ اگر مزید کچھ عرصہ یہ دوائی جاری رکھتی تو یہ اس کے لئے جان لیوا ثابت ہو سکتی تھی۔خیر میں نے شکر کیا کہ مرض کی وجہ بھی معلوم ہو گئی کہ یہ اس غلط دوائی کے استعمال سے ہوئی ہے۔مزید یہ کہ اس کی دل کی تکلیف بھی اس دوائی کے استعمال سے بہت زیادہ ہو چکی تھی۔اور اس کیلئے جان لیوا ہو سکتی تھی۔میں نے مریضہ کو تسلی دی علاج شروع کیا۔الحمدللہ مریضہ دو ماہ بعد آئی تو صحت بہت بہتر تھی۔دونوں خاوند

بیوی بہت مشکور ہوئے۔

دوسرا واقعہ :

دو ۳۵ سالہ نوجوانان جو کہ دونوں بھائی تھے ہائی بلڈ پریشر (High Blood Pressure) کی مرض کے ساتھ کلینک آئے۔ دونوں کا بلڈ پریشر اتنا زیادہ تھا کہ فوراً دوائی تجویز کرکے اس کو چند دنوں میں کنٹرول کرنا ضروری تھا تاکہ اتنے زیادہ بلڈ پریشر کیساتھ جو مضر اثرات (Complications) دل اور دماغ پر ہارٹ اٹیک اور فالج کی صورت میں ہو سکتے ہیں ان کو روکا جاسکے۔ خیر میں دونوں بھائیوں کو دوائی تجویز کی اور بلڈ پریشر کی وجہ (cause) کیلئے کچھ ٹیسٹ بھی تجویز کر دیے۔ میں نے دونوں کو ایک ہفتے بعد آنے کو کہا۔ ایک کا بلڈ پریشر الحمدللہ کافی حد تک کنٹرول ہو چکا تھا لیکن دوسرے مریض کا بالکل کنٹرول نہیں ہوا، مجھے بڑی فکر لاحق ہوئی میرے پوچھنے پر اس نے کہا کہ دوائی پابندی سے کھائی ہے ناغہ نہیں کیا ہے۔ میں نے کہا اچھا مجھے دوائی دکھاؤ اور بتاؤ کہ کس طرح تم نے دوائی استعمال کی ہے دوائی دیکھنے پر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ میری تجویز کردہ دوائیوں میں ایک دوائی کی بجائے دماغی امراض کی دوائی استعمال کر رہا ہے۔ میں نے جو دوائی تجویز کی اسکا نام Natrilax SR تھا جو بلڈ پریشر کنٹرول کرنے کیلئے پیشاب آور دوائی ہے۔ اس کی جگہ مریض Neurolith SR استعمال کر رہا تھا۔ میں نے اس مریض سے کہا کہ یہ دوائی میں نے آپ کو نہیں لکھی ہے اور یہ تو ایک دماغی مرض جس کو Mania کہتے ہیں اسکے لئے استعمال ہوتی ہے، مریض نے کہا کہ آپ کا نسخہ میں نے کیمسٹ کو دکھایا اور اس نے یہ دوائی مجھے دی ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید میں نے لکھنے میں غلطی کی ہوا پنا لکھا ہوا نسخہ دوبارہ دیکھا میں نے صحیح دوائی لکھی تھی اس نے دُکان بتائی چونکہ مریض آفریدی تھا اور اس کے ساتھ آرمی کا سپاہی ساتھ تھا میں نے دونوں کو سمجھایا کہ کیمسٹ نے دوائی غلط دی ہے اور یہ دوائی مریض کے گردوں کو بہت نقصان دے سکتی تھی اور گردے اپنا کام چھوڑ سکتے تھے اور یہ مریض کے لئے خطرناک ہوسکتا تھا۔ جب مجھے اندازہ ہوا کہ میری یہ بات مریض اور اس کے رشتہ دار سمجھ چکے ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ ابھی ابھی اس کیمسٹ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم نے ہمیں غلط دوائی کیوں دی اور اس کو خوب ڈراؤ اور دھمکاؤ۔ انہوں نے اسی طرح کیا اور مجھے آکر بتایا کہ۔۔ کیمسٹ بہت معافی مانگ رہا تھا کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے پھر اس نے صحیح دوائی دی۔ اس دوائی کے استعمال کے بعد مریض کا بلڈ پریشر کنٹرول ہوا۔

سوالات:

۱)۔مندرجہ بالا دونوں واقعات ایسے ہیں کہ کیمسٹ کے غلط دوائی دینے سے واضح طور پر ڈاکٹری نقطہ نظر سے دونوں مریضوں کی جان کو خطرہ ہوسکتا تھا اگر بروقت غلط دوائی کے استعمال کا ڈاکٹر کو علم نہ ہو پاتا۔عمومی طور پر ہم ڈاکٹر حضرات مریض کو نسخہ لکھ دیتے ہیں اور کبھی نہیں کہتے کہ دوائی مجھے لاکر دکھاؤ تاکہ میں خود دوائی دیکھ کر مریض کو سمجھاؤں اس صورت میں مریض مکمل طور پر کیمسٹ کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔جیسا کہ دو واقعات سے واضح ہے۔شرعی نقطہ نظر سے ڈاکٹر کا یہ عمل کیسا ہے کہ نسخہ تو مریض کو لکھ دے لیکن دوائی بذاتِ خود منگوا کر نہ دیکھے اور نہ مریض کو سمجھائے اور ایسا نہ کرنے پر گناہ گار ہوگا کہ نہیں؟

۲)۔کیا ڈاکٹر کو ہر نسخہ مریض کو لکھ کر اس دوائی کا منگوا کر دیکھنا ضروری ہے یا صرف خاص بیماری کی دوائیاں منگوا کر دیکھنا ضروری ہے؟

۳)۔بعض مریض یہ گمان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر دوائیاں لاکر دکھانے کو اس لئے کہتا ہے کہ اس کا اس دوائی کی کمپنی کے ساتھ کچھ لین دین (کمیشن) ہے۔مریض کا یہ وہم یا شک دور کرنے کیلئے اس کو کس طرح سمجھایا جائے کہ میرا آپ سے دوائی منگوا کر سمجھانا آپ کی صحت کیلئے ضروری ہے؟

۴)۔کیمسٹ کی طرف سے اس قسم کی کوتاہی شرعاً کیسی ہے۔کیمسٹ کی ایسی غلطیوں اور کوتاہیوں کا کیا حل نکالا جائے؟

جوابات:

۱۔ ایسے حالات میں جبکہ مریض کی جان خطرے میں پڑ رہی ہو سب کے ذمے واجب ہوجاتا ہے کہ اس کو خطرے سے نکالے۔

۲۔ ایسے حالات میں ڈاکٹر کسی محتاط کیمسٹ کی طرف رہنمائی بھی کرے اور اس سے وعدہ بھی لے کہ میرے مریضوں کو دوائی دیتے وقت احتیاط سے کام لوگے۔

☆☆☆☆☆☆☆

کارگزاری

سیدی و مرشدی حضرت ڈاکٹر صاحب،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

بہت دنوں سے خط لکھنے کا ارادہ تھا لیکن ہجومِ افکار کی وجہ سے نہ لکھ پاتا۔

مدرسہ کے حالات:

تین، چار مہینے پہلے مولوی صاحبان اور تمام طلباء کے بغاوت کی وجہ سے طبیعت پر بہت اثرات پڑے تھے کیونکہ اپنے مدرسے کو کامیاب بنانے کے سلسلے میں جو چار، پانچ سال شبانہ روز محنت کی تھی وہ نہ صرف ضائع بلکہ دوسروں کی گود میں جاتی ہوئی نظر آئی اور دوسری وجہ اپنے سلسلے کے پھیلانے کے لئے جو دو سال محنت و کوششیں کی تھیں اُن کو ظاہری نقصان پہنچنے کا ڈر تھا۔ اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں بھی ان مولوی صاحبان کے خلاف ایکشن لیتا کیونکہ انہوں نے تو مجھے اور مدرسے کو تباہی کے دھانے پر لا کھڑا کیا تھا (اور اب بھی انکی کوششیں جاری ہیں) لیکن میں نے ایسا نہیں کیا جس کی چند ایک وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اپنے سلسلے اور آپ کے قیمتی ہدایات اور ملفوظات کا فیض تھا۔ آپ نے غزالی رسالے میں چترال کے اجتماع کے بعد آغاخانیوں کے اسلام میں داخلے کا سب سے بڑا سبب وہاں کے ایک بزرگ حاجی فضل الرحمٰن صاحب کی عدم تکرار اور عدم جدال (ٹکراؤ) والی پالیسی بیان کی تھی۔ اگر میں بھی اُسی طرح کرتا جس طرح ان مولوی صاحبان نے کیا تھا تو پھر اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔

۲۔ ایک دفعہ آپ نے بذریعہ سہیل صاحب پیغام بھجوایا تھا کہ مدرسہ چلانا مقصود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے۔ اس ارشاد سے ڈھارس بندھ گئی اور اپنی نیت کو درست کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

۳۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیانات بند کردو۔ اُس کے فوائد اب ظاہر ہو رہے ہیں۔ اگر اُس وقت بیان بند نہ کرتا تو ان مولوی صاحبان کے منفی پروپیگنڈے کی وجہ سے لوگوں کی نفرت اور بڑھ جاتی لیکن بیانات نہ ہونے کی وجہ سے ایسا نہ ہوا۔ اب دوبارہ لوگوں کی طرف سے بیانات کا مطالبہ شروع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ بیانات کی بندش کی وجہ سے مدرسہ کی کامیابی کی طرف زیادہ یکسوئی نصیب ہوئی۔

۴۔ ایک دفعہ آپ نے سہیل صاحب سے فرمایا کہ عزیز احمد کے پاس صرف مخلص طلباء رہ گئے۔اس بات کی افادیت آج ظاہر ہو رہی ہے جو کہ آئندہ سطور میں ذکر کر رہا ہوں۔

موجودہ حالات:

آپ کی خصوصی دعاؤں اور توجہ کی وجہ سے مدرسہ ایک بار پھر کامیابی کی طرف گامزن ہے۔ہم سے دو مکمل حافظ طلباء چلے گئے تھے۔اب اللہ تعالیٰ نے چار حفاظ عطا فرمائے ہیں جو کہ مدرسہ کے لئے آئے ہیں۔ ہماری مدرسہ میں پہلے چھ طلباء مقیم تھے اب اللہ کے فضل و کرم سے بارہ طلباء مقیم ہیں۔ چھ کا تعلق مردان سٹی سے ہے اور چھ کا تعلق دیر سے ہے۔مدرسہ کے ہونہار طالبعلم حافظ سلمان نے دور مکمل کرلیا ہے اور اب اُسے میں نے ناظرہ کی کلاس حوالہ کردی ہے۔اُس کا بڑا بھائی وقار (جو آپ سے بیعت بھی ہے) نورانی قاعدہ کی کلاس لے رہا ہے۔ماشاء اللہ بہت استعداد والا ہے۔طالب علم حافظ محمد طلحہ صاحب جو جہلم کے کسی مدرسہ سے حفظ اور دور کر چکا ہے وہ بھی حفظ اور ناظرہ کی کلاسیں لے رہا ہے۔(یہ بھی آپ سے بیعت ہے)۔

مجلس ذکر جو کہ چند ہفتے نہ ہوسکی تھی اب الحمدللہ دوبارہ جمعہ کی رات کو ہوتی ہے جس میں کتاب سے تعلیم ہوتی ہے اور اس کے بعد ذکر ہوتا ہے۔

ہمارے لوندخوڑ کا سالانہ اجتماع عموماً نومبر میں ہوتا ہے اس کے لئے تیاری ابھی سے شروع کردی ہے۔انشاء اللہ اس میں حفظ اور ناظرہ کے طلباء کی دستار بندی بھی ہوگی۔سلسلہ کے لئے دوبارہ ایک نئے سرے سے کوشش شروع کی ہے۔خود تو بہت کمزور ہوں لیکن ادارے کے بعض طلباء آپ کی توجہ کے اثرات کی وجہ سے بہت تقوٰی والے ہیں۔وقار روزانہ ۹ تا ۱۰ ایک گھنٹہ ذکر اور دعا کے لئے پابندی سے دیتا ہے۔حافظ محمد طلحہ اشراق کے وقت ایک گھنٹہ دیتا ہے۔اسی طرح جو سنجیدہ طلباء ہیں باری باری ذکر کئے لئے وقت دیتے ہیں۔اور سلسلے کی کتب اور غزالی سے تعلیم ہوتی رہتی ہے۔آپ کے احکامات اور خصوصی ہدایات اور دعاؤں کا منتظر۔

آپ کا خادم،

عزیز احمد۔(لوندخوڑ)

جواب از ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ:

آپ کی کارگزاری سے دل خوش ہوا۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ. جتنا کام کریں گے اُتنا تجربہ بڑھے گا اور راستے کھلیں گے۔یہاں آپ کے لئے مسلسل دعائیں ہوتی ہیں۔

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (سولہویں قسط)

(مفتی فدا محمد صاحب، دار العلوم جامعہ رحمانیہ مینئی، صوابی)

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی تواضع: (پیدائش ۱۸۷۵ء وفات ۱۹۳۳ء)

مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ (مہتمم دار العلوم دیوبند) فرماتے ہیں کہ بارہا میں نے حضرت شاہ صاحبؒ سے سنا ہے کہ میں نے سات سال کی عمر کے بعد دین کی کسی کتاب کو بغیر وضو کے ہاتھ نہیں لگایا اور مطالعہ کے دوران کبھی کتاب کو اپنے تابع نہیں کیا، اگر کتاب میرے سامنے رکھی ہوئی ہے اور حاشیہ دوسری جانب ہے تو ایسی نوبت کبھی نہیں آئی کہ حاشیہ کو گھما کر اپنے سامنے کر لیا ہو بلکہ اٹھ کر اس جانب جا بیٹھتا جہاں حاشیہ ہوتا۔

کتاب کے ادب اور تواضع کی یہ برکت تھی کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو علم کی دولت سے مالا مال فرمایا اور اپنے اساتذہ کے احترام، ان کی آبرو، تواضع وانکساری کا جذبہ اس قدر غالب رہتا تھا کہ مولانا اعزاز علی صاحب فرماتے تھے کہ جب حضرت شیخ الہندؒ کے روبرو شاہ صاحبؒ ہوتے تو اس قدر سکڑ جاتے کہ آپ کے گرنے کا اندیشہ ہوتا۔

مولانا مشیت اللہ صاحب کے بڑے صاحبزادے حکیم محبوب الرحمٰن فاضلِ دیوبند کا بیان ہے کہ میں جب دیوبند میں پڑھتا تھا تو حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ آپ کے رہائشی کمرے میں میرا قیام تھا، حضرت کو پان کی عادت تھی، ایک روز میں نے پان لا کر پیش کیا، آپ نے منہ میں رکھا ہی تھا کہ مجھے سامنے سے حضرت شیخ الہندؒ تشریف لاتے ہوئے نظر آئے جو کسی ضرورت سے اپنے شاگرد کے پاس تشریف لا رہے تھے، شاہ صاحبؒ کو حضرت کے آنے کی اطلاع کی گئی۔ میں اس اضطراب کو نہیں بھول سکتا جو اس وقت شاہ صاحبؒ کو اپنے استاد کی آمد اور منہ سے پان نکالنے کی عجلت کی صورت میں طاری تھا۔ تیزی کے ساتھ اپنے منہ کو صاف کیا اور کمرے کے دروازے پر ایک سراپا انکسار خادم کی حیثیت سے اپنے آقا کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔ (نقشِ دوام، ص ۹۵)

حضرت مولانا احمد رضا صاحب بجنوری کا بیان ہے کہ جب مجلس علمی ڈابھیل میں قائم ہوئی اور اکابر کی نایاب تصانیف کی طباعت کا مقصد سامنے آیا تو حضرت شاہ صاحبؒ کی بعض تالیفات طباعت

کے لیے منتخب کی گئیں جن کے سرورق پر حسبِ دستور تعظیمی القاب کے اضافے کیے گئے۔ حضرت نے اس پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ صرف محمد انور شاہ کشمیری یا زیادہ سے زیادہ الاستاذ محمد انور شاہ الکشمیری لکھئے۔ چناچہ آپ کی وہ تمام مطبوعات جن کو مجلس علمی نے شائع کیا ہے اسی نام اور عنوان سے شائع کی گئیں۔

کشمیر کے ایک سفر میں آپ کے متعدد رفقاء تھے مولانا یوسف بنوریؒ بھی آپ کی معیت میں سفر کر رہے تھے۔ اس وقت کشمیر کے علماء میں طلاق کا ایک مسئلہ باعث اختلاف بنا ہوا تھا، بعض علماء کی رائے تھی طلاق ہوگئی اور بعض کہتے تھے کہ نہیں ہوئی، یہ مسئلہ فریقین نے موصوف کے سامنے رکھا اور ہر دو نے اپنے دلائل بھی پیش کیے۔ موصوف نے مولانا یوسف بنوریؒ کو مامور فرمایا کہ فتویٰ کا جواب لکھیں۔ آپ خود مسئلہ بیان فرماتے اور مولانا بنوریؒ اپنے قلم سے لکھتے۔ مولانا یوسف بنوری نے خاتمہ پر یہ الفاظ تحریر فرمائے ”ھذا ما اجاب البحر الذاخر الحبر الکامل مولانامحمد انور شاہ“۔ آپ نے قلم لیا اور ان تعظیمی الفاظ کو کاٹ کر فرمایا ”آپ کو صرف محمد انور شاہ لکھنے کی اجازت ہے کوئی تعظیمی کلمات نام کے ساتھ آئندہ استعمال نہ کیجئے۔“

مولانا سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند جو حیدرآباد میں پروفیسر رہے اور اب دیوبند میں ایک بڑے تجارتی کتب خانے کے مالک ہیں کا بیان کیا ہوا یہ واقعہ سننے کے قابل ہے کہ ”جس سال ہماری بخاری و ترمذی حضرت شاصاحبؒ کے یہاں زیرِ درس تھیں دارالعلوم دیوبند میں ایک عجیب مجہول شخصیت پنجاب کی تھی، میلے کچیلے کپڑے، پھٹا پرانا لباس۔ یہ طالبعلم صرف درس میں نظر آتا باقی تمام اوقات مطالعہ میں گزارتا، عصر تا مغرب اکثر طلباء تفریح کے لیے نکل جاتے مگر یہ کبھی تفریح میں نظر نہیں آیا، محنتی اور شوقین طلباء بھی کبھی اپنی ضرورت کے لیے بازار جاتے لیکن اسے دیوبند کے بازار میں نہیں دیکھا گیا، حد تو یہ ہے کہ دارالعلوم میں اجتماعات یا وقتی و ہنگامی جلسوں میں بھی اس کی صورت نظر نہ پڑتی، میلے کچیلے کپڑے جن پر جوئیں گشت کرتی رہتیں۔ طلباء اس کے قریب بیٹھنے یا اپنے قریب بٹھانے سے گریز کرتے تھے۔ اس کا معمول تھا کہ کھانے کے اوقات میں مٹی کا ایک پیالہ لئے ہوئے مطبخ آتا اور کھانا لینے کے بعد وہیں بیٹھ کر کھالیتا۔ اسی پیالہ کو لیے ہوئے مولسری کے کنویں پر پہنچتا اور پیالہ کھنگال کر اسی

میں پانی پیتا اور پھر بدستور داخلِ حجرہ ہو جاتا۔ ایک آدھ مرتبہ اس کے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو ایک بوریا اور ایک اینٹ جس سے یہ تکیہ کا کام لیتا کے سوا کمرے میں کوئی چیز نہ تھی۔ میں اور میرے رفیقِ درس مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے ایک روز خلافِ معمول اس طالب العلم کو دیکھا کہ اپنی مخصوص نشست چھوڑ کر ہمارے ساتھ سامنے والی نشست پر آبیٹھا۔

پھٹا پرانا لباس اور اس پر چلتی ہوئی جوئیں، اپنی کوفت سے زیادہ یہ احساس تکلیف کا باعث بن رہا تھا کہ حضرت استاد کو بھی اذیت ہوگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ تشریف لا چکے تھے، آپ کی تقریر روانی کے ساتھ جاری تھی۔ حافظ ابن تیمیہ، ابن حجر عسقلانی، ابن الہمام، بدرالدّین عینی وغیرہ کے حوالے، بلند پایہ تحقیقات اور ردوقدح کے درمیان حضرت استاد کی مسکراہٹ۔ میں نے یہ سمجھ کر کہ آپ کی تمام تر توجہ اس وقت متعلقہ مسئلہ کی جانب ہے، نہایت ہی خفی لہجہ میں اس طالبعلم سے کہا کہ تجھ کو شرم نہیں آتی اتنے غلیظ ہو کر یہاں آبیٹھے ہو؟ میں مطمئن تھا کہ میری آواز حضرت کے کان تک نہیں پہنچی، گردن اٹھا کر دیکھا تو حضرت شاہ صاحبؒ کی کشادہ پیشانی پر ناگواری کی شکنیں پڑی ہوئی تھیں اور تقریر کا انبساط بھی رخصت ہو چکا تھا۔ سبق قبل از وقت ختم کیا اور درسگاہ سے رخصت ہوتے ہوئے مجھے اشارے سے بلایا، جب میں قیام گاہ پر پہنچا تو محسوس ہوا کہ آپ شدید ناگواری میں ہیں، فرمایا کہ ''مولوی صاحب آپ بہت نظیف ہیں! کہ آپ نے ایک غریب طالبعلم کی دل شکنی فرمائی۔ یہ تواضع کے قطعاً خلاف اور کبر کی علامت ہے۔ آپ کو کیا معلوم کہ جس طالبعلم کو آپ نے سخت سست کہا وہ عرصہ کے بعد واحد طالبعلم ہے جو میری تقریر کو مکمل سمجھ رہا ہے، جایئے اور اس سے معافی مانگئے۔''

حضرت استاد کے اس حکم کی تعمیل کی گئی لیکن یہ شبہ باقی رہا کہ اس طالبعلم کے متعلق ایسے وقیع کلمات کس لیے استعمال کیے۔ ایک روز امتحان کی غرض سے اس طالبعلم کے کمرے میں پہنچ کر ایک اہم روایت کے متعلق سوال کیا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس کی زبان سے حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر اس طرح سنی کہ الفاظ کی بھی تبدیلی نہ تھی۔ یہی تواضع اور فروتنی جو آپ کا خصوصی مزاج تھا اس کے تقاضے کچھ اس طرح آپ پر غالب آگئے تھے کہ نام ونمود اور شہرت پسندی کے جذبات سے آپ کی زندگی خالی تھی۔

بلکہ کبھی آپ کی یہ تواضع ایسی صورت اختیار کر لیتی کہ تلامذہ اور عقیدت مندوں کو بڑی پریشانی کا سامنا ہوتا۔ جس وقت آپ نے بہاولپور کا سفر ایک مقدمہ کے سلسلہ میں کیا جس کی تفصیلات انشاء اللہ پیش کی جائیں گی، اس سفر میں دیوبند اور پنجاب کے بعض مشہور علماء آپ کے ساتھ تھے۔ پہونچنے کے بعد قرب و جوار سے تلامذہ اور معتقد ملاقات کے لیے بہاولپور پہنچ گئے۔ جمعہ کے روز جامع مسجد میں اپنی پہلی تقریر میں فرمایا کہ

''میں ڈابھیل کے سفر کے لیے پا بہ رکاب تھا اسی دوران جامعہ عباسیہ کے شیخ کا خط ملا کہ اس مقدمہ میں تیری شہادت مطلوب ہے۔ میں نے سوچا کہ میں ایک بے عمل شخص ہوں جس کا دامن زادِ آخرت سے خالی ہے شاید مجھ روسیاہ کے لیے یہی چیز کارآمد ہو کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حمایت کے لیے آیا ہوں اور ختم نبوت کی جانبداری میرے لیے ذریعہ نجات بن جائے''

یہ الفاظ کچھ اس انداز سے آپ کی زبان پر آئے کہ مجمع پر گریہ طاری ہو گیا، آپ کے خصوصی شاگرد مولانا عبدالحنان ہزاروی معاً کھڑے ہو گئے۔ بولے کہ:

''لوگو! اگر حضرت شاہ صاحبؒ کی بھی نجات نہ ہوگی تو پھر کس کی نجات ہوگی جن کا زہد و تقویٰ اور ولایت ہر شبہ سے بالاتر ہے۔''

موصوف نے جب اپنی عقیدت کا اظہار ان جملوں سے کیا تو آپ نے ان کو بجبر بٹھا دیا اور مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ: ''یہ صاحب ہماری تعریف میں مبالغہ کرتے ہیں حالانکہ ہم پر یہ بات کھل گئی ہے کہ گلی کا کتا بھی ہم سے بہتر ہے اگر ہم ختم نبوت کی حفاظت نہ کر سکیں۔''

مجمع نے ایک شیخ وقت کی زبان سے یہ متواضعانہ کلمات سنے تو آہ و بکا کی آوازیں صحنِ مسجد سے اٹھنے لگیں۔ زندگی کے آخری ایام میں جب آپ کو معلوم ہوا کہ فتنہ قادیانیت کشمیر میں داخل ہو چکا اور وہاں کے مسلمان اس دجل و فریب کا شکار ہو رہے ہیں، تو اپنے کشمیریوں کی رعایت سے فارسی زبان میں ایک مفصل رسالہ ''خاتم النبیین'' کے نام سے تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ اپنے موضوع پر ایک نادر تالیف ہے۔ آپ کی خواہش تھی کہ اسے اپنے مصارف سے شائع فرما کر کشمیر میں مفت تقسیم فرمائیں لیکن موت نے اس کی مہلت نہیں دی۔

(جاری ہے)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَاالْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍمِّنْ طِیْنٍ oثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍمَکِیْنٍ oثُمَّ خَلَقْنَاالنُّطْفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقْنَاالْعَلَقَۃَمُضْغَۃً فَخَلَقْنَاالْمُضْغَۃَعِظٰماًفَکَسَوْنَاعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنِ oرَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنِ oرَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًاوَّ اَنْتَ خَیْرُالْوَارِثِیْن oرَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَ اَھْلِ

بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ○ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ○رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ○رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ

بَیْتِ الْعِظَّام.